

”میں نہیں مانتی“

”نہ مان“

”ہائے اللہ کچھ بتاتو سی تیراستیاں جائے“

”ایدھر کھیت اندر؟“

”ہور اسلام اور جلے جائے گا؟“

”ادھر چل سامنے بیلے میں“

”رہنے دے۔ مجھے پڑتے ہے، سونہ قرآن کی تو برا خراب ہے“

”احقچے، بھلے کامان نہیں، کھیت میں کسی نے دیکھ لیا تو دونوں مارے جائیں گے“

”نہ میں نہیں جاتی“

”تیری مرضی پر بات بڑی مزے دار ہے تیرے سنتے والی“

”پر تیری کوئی گھوڑی لے گیا پھر؟“

”کوئی نہیں لے جاتا۔ نیول ڈالا ہوا ہے۔“

”اچھا چل۔ پر دیکھ لے، مجھے جلدی ڈیرے تے اپڑتا ہے۔“

”ایک منٹ میں سب کھول دوں گا تیرے سامنے۔“

”اللہ کرنے سلامتے کو کیڑے پڑیں۔“

”اللہ آپ ہی بدله لے گا تو کیوں منہ گندہ کرتی ہے، چل جلدی کر۔“

جب حیدری کو گئے ہوئے بڑی دیر ہو گئی تو چودہ ری تفیرے کو فکر پڑ گئی۔ اس نے حقے کو جلدی جلدی دو تین دفعہ بجا یا، پھر کھلے پکن کر آپ کھیت کی طرف چل دیا۔

کھیت پہنچ کر اس نے دیکھا شوقاں مزے مزے سے شش لاکھاڑی کا کوئی پتہ نہیں۔ گمری شام میں پچھیری کا کالا کالا وجود گھلتا جا رہا تھا اور چودہ ری شکر کر رہا تھا کہ شوقاں کھیت میں صحیح سام کھڑی ہے۔ پچھیری کو گھر لے جانے کی ترکیب اس نے یہی سوچی کہ آہستہ آہستہ ہانک کر نیول سمیت چرگنوں کے ڈیرے تک لے جائے اور وہاں کسی کو خبرداری کے لئے بٹھا کر گھر سے نیول کی دوسری کنجی لے آئے۔ اس نے اپنے موٹے سے

سخت ہاتھ کا دھپا پچھیری کے پٹھے پر مارا۔ مگر شوقاں ہلی تک نہیں، ویسے ہی چرتی رہی۔ ابھی چوہدری نے دوسرا ہاتھ اخایا ہی تھا کہ آواز آئی:

”بلجھے شاہ کو اپنی پنجکلیاں سے عشق ہوا تھا اور ہمارا چوہدری اپنی پچھیری آگے بار مانے کھڑا ہے۔“

چوہدری نے مذکور دیکھا تو سایہ اس کے بالکل نیزے پنج چکا تھا۔ اس نے حیران ہو کر آکھیا ”ربیاں تو کدھر؟“

اور ربیاں تمدک کڈیں سکتی ہوئی بولی ”جدھر مقدر کامیلہ ہو آدمی ادھر ہی کجھ جاتا ہے۔ میں تیری طرف آئی تھی۔“

”کیوں خیر ہے؟“ چوہدری نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”وہ جو کالے منہ والا جھڑوس ہے نا؟“ ربیاں نے اطمینان سے کہا ”اب میری اس سے گزر نہیں ہو سکتی۔ کام کار اس سے ہوتا نہیں۔ لورت ساری ختم ہو گئی ہے۔ منجی پر بیٹھا رونٹی مانگتا ہے یا گالیاں دیتا ہے۔“

”پھر؟“ چوہدری نے پوچھا۔

”میں تواب کاغذ لے لوں گی۔ بس اللہ اللہ خیر صلا۔“

چوہدری نے مسکرا کر کہا ”تو آتے ہی اپنے رندی رو نے لے بیٹھی۔ کچھ ہم غریبوں کا حال پوچھ لینا بھی ضروری تھا کہ نہیں۔ دو دو صینے تو تو شکل تک نہیں وکھاتی اور ملتی ہے تو اپنے ہی قصے لے بیٹھتی ہے۔“

”اپنے قصے نہ کروں تو اور کیا کروں؟“ ربیاں نے رونی آواز نکال کر کہا ”کوئی ایک بات ہو تو کر کے چلی جاؤ۔ میرے تو سینے میں دوزخ بھڑک رہا ہے.... اب وہ جو اس کی پہلی گھروالی سے پلوٹھی کی میڈ تھی نا، ببوا کاٹ بنی پھرتی ہے۔ میرے نہ تیرے کسی کے بھی اختیار میں نہیں رہی اور... اور پرسوں پتہ ہے اس نے.... اس نے کیا کیا....؟“

ربیاں رک گئی تو چوہدری نے کہا ”بول بول رک کیوں گئی؟“

ربیاں نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا ”بھٹے کا سے نہیں چوہدری! ذرا اس طرف چل کے

بات سن۔ ”

”پرانہ کر۔“ چوہدری نے سرہلا کر کما۔ ”ادھر کوئی نہیں آ سکتا۔“

رباں نے کالوں پر ہاتھ رکھ لئے اور منہ اونچا کر کے بولی ”میں نہیں مانتی، توبہ میری۔ ایک بار تجھے یاد ہے ناں میری تیری گل بات کیسے کیسے تھانے پکھری پکھی تھی.... توبہ توبہ، اب نہیں دھو کا کھاتی... چل ادھر۔“

چوہدری تیرے نے پچھیری کی طرف دیکھ کر کما ”ادھر شوقاں آ کیلی ہے اور رات کالی سیاہ سرتے آگئی ہے۔ رب نہ کرے اگر.....“

رباں نے پچھیری کی طرف دیکھے بغیر کما ”نیوں نہیں ڈالے؟“

چوہدری نے کما ”نیوں تو ڈالا ہوا ہے۔“

”شلاش تیرے“ رباں نے شرم دلاتے ہوئے چوہدری کی آستین کھینچی اور کما ”پھر کس کا ڈر ہے۔ تیری پچھیری چوہدری! کس کی ہمت ہے جو ہاتھ بھی لگائے... چل۔“ اور وہ دونوں کنوئیں سے پرے بکامیں کے ذخیرے میں جا بیٹھے۔

کوئی آدھ گھنٹے بعد جب چوہدری، رباں کو کاغذ لے کر دینے کا پکا وعدہ کر کے ذخیرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا حیدری پچھیری کو گھر لے جا چکا تھا۔ شوقاں کو تھان پر دیکھنے کے لئے چوہدری جلدی حویلی کی طرف قدم مارنے لگا۔

جب وہ حویلی میں داخل ہوا اور اس نے شوقاں کے علاوہ دوسرے تمام جانوروں کو اپنی اپنی جگہ بندھے پایا تو وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔

”حیدر کدھر ہے، حیدر کدھر ہے؟“ چوہدری نے غصہ سے اڑاونا شروع کر دیا اور ایک ایک کر کے سارے مزارع اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پران میں سے کوئی بھی یہ نہ بتا سکا کہ حیدر کہاں ہے۔

تحوڑی دیر بعد حیدری منہ لٹکائے حویلی میں داخل ہوا تو چوہدری تیرا بے چینی کے ساتھ مونڈھے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حیدری نے ہولے سے کما ”میاں جب میں کھیت گیا تو پچھیری پسلے سے ہی نہیں تھی۔ میں نے ہر ایک سے پوچھا مگر کسی کو شوقاں کا پتہ نہ تھا۔ اس گھری

سے اب تک دور دور تک کھوج کے آیا ہوں پر کوئی سار نہیں ملی۔ ”

چودہ دری تفیرے نے جل کر کہا ”لکھ لعنت ہے نیزی جوالی پر اور تیرے پیدا ہونے والے دن پر۔ پتہ نہیں کہاں کہاں خوار ہوتا پھرا ہے۔ مجھے پتہ ہوتا تو میں خود جا کے پچھیری کھیت سے لے آتا... جادفع ہو جامیری آنکھوں کے آگے سے۔ پتہ نہیں کہ ہر کہہ بے حیائیاں کرتے پھرتے ہیں اور جانور بے آسرا چھوڑ کے خدا خبر کہ ہر منہ کالا کرتے ہیں۔“



## دوپر ویلے

گرمیاں کی تھی تو ادوبہر سوانیزے تے سورج، تو آکھے اج میں تلوار بن کے سبھناں کے نوٹے کر دینے ہیں گے۔ جو کوئی میری راہ وچ آئے گا آپی ماریا جائے گا۔ جونچ جائے گا ساری حیاتی کر لاندا رہے گا۔ اندر اس وچ چھپ جاؤ۔ کوٹھیاں وچ لک جاؤ۔ پر کامے لوگ سکر کم چھوڑ سکتے ہیں گے تے کدھاں آرام کر سکدے ہیں۔ بھر گرمی وچ جان مارتے رہے۔

سلیمان بھوسے کی مونسوں منہ بھری گڈلے کے گھر آیا۔ بلد کھول کے کھرلی تے بنھے۔ سوچن گلیا نیانیاں نے تو اج گھر ہونا ای نئیں دو گھری اکھ لگا کے انیندر ادوار کر لو گا۔ پر شبیر رضیہ دونوں اندر بیری تھلے کھیل ریئے تھے۔ رضیہ کے سرتے گڑوا تھا اور شبیر موٹا سا موٹا رہا تھا میں پکڑے رضیہ کی دروانی کر ریا تھا۔ سلیمان نے اندر آتے ہی پوچھا ”اج ایسہ سکول نئیں گئے دونوں گونگلو“۔

رسولاں آکھن گلی ”اج سکول کی کندھاں تے پچارا ہو ریا اے ایس کر کے سکولیاں کوں چھٹی مل گئی اے۔ پر تو ایس ویلے کدھر آگیا سلیمان اچان چک؟“

سلیمان بولیا ”تیس کوں خوشی نیمیں ہوئی میرے آنے کی؟“

”تو خوشی کو کتا ہے سلیمانا“ رسولاں نے حانڈی کی چپنی اچا کے آکھیا ”میری خوشی کی شاہدی تو ایس حانڈی میں دیکھ لے آپی“

سلیمان نے دیکھیا اندر رتے لال مسالے وچ گھیسو تے بھری، خوشبوال چھڈتی گلزاری پک رہئی تھی۔

سلیمان آکھیا ”لے بھئی اج تو کمال ای ہو گئی۔ میرے دل کی بات پوری ہو گئی۔ سوچتا تھا کہ اک نہ اک دن گلزاری ریندھ کے ہم آپ ای کھانوں گے چاروں کے چاروں، ہور کسی کو نیڑے نہیں آنے دیں گے۔ رج رجا کے لمبی تان کے نیندرا کریں گے، موجاں ماریں گے، باد شاہیاں کریں گے“۔ پھر اس نے ذرا سارک کے پوچھا ”اک لگ اس دیلے نہیں مل سکدی؟“

”بسم اللہ بسم اللہ“ رسولال خوش ہو کے بولی ”تو حکم کر، فرماؤ نا کر سلیمان۔ طلب وکھا۔ ایہ سب کچھ تیراہی ہے کہ۔ اسال کوں بردے ہون کا شرف ہے تسان کوں مالک مختار“ پھر رسولال نے حامدی تے لت کی بولی ڈولی وچ کلذھ کے باسی روٹی تے رکھی۔ ڈولی والا مسالا روٹی تے چنکیا پھیر خوش ہو کے بولی ”کدی کدی آ جایا کر ایسے ڈھنگ“ سلیمان نے بولی تے پھوک مار کے آکھیا ”کم ای اتنا ڈھیر ہوونا اے رسولال کہ گھر پھیرا نہیں لگ سکت۔ میرا بھلا دل نہیں کرتا کہ سوانی نال، ایسا نیا نال رل مل کے بیٹھوں“۔

سلیمان گرم بولی پھوکاں مار مار کے سیت کر ریا تھا کہ شبیر رضیہ دونوں کداکڑے مارتے رولا پاتے باہر چلے نیڑے آگئے اور باپ کے گرد گھن گھیریاں ڈال کے ”ابا آگیا ابا آگیا“ کی مدارفی کرن لگ پڑے۔ ابے نے بولی ان کے آگے کر کے کما ”لوو کھاؤ۔ پر گرم اے دھیان کر کے توڑنا“ دونوں ایا نے جھکھے باگھ بن کے بولی پر جھپٹے تو رسولال نے ڈولی اچا کے آکھیا ”بولی کوں ہتھ لایا تو میں ہڈیاں توڑ کے چورا بنا دوں گی۔ وچارا نہانا مریا کھپیا آوندا اے تے ایہ بھجیے اگے سے ٹکر جاتے ہیں۔ خبردار۔ پرے ہو کے مردو“

سلیمان نے گھور کے اپنی سوانی کوں دیکھیا اور ہٹک کے بولیا ”اگے کوئی گل کری تو میں ایتھا میں اٹھ جانا ایں۔ او بھیئے لو کے اپنا کی اے ایس دنیا وچ۔ سب کش ایناں کے واسطے

ای ہیگا۔ اپنا کم تو سیوا کرنا ہی گاسو کری جائے ایں حکم اللہ کے نال۔“ -  
دونوں ایمانیاں ابے کی شہ پائی۔ بوئی اچالی اور نعرے مار کے کھان لگ پڑے۔ سلیمان  
سکی روئی لویٹ کے کھانا شروع کری۔ رسولان کا دل کرے دو ہوں کو کن پکڑ کے باہر کڈھ  
دے اور کندھی بند کر کے سلیمان تے لڑائی کرے ہئی اتنا سرتے چڑھایا کر بالوں کوں۔ پر  
سلیمان کے ہوتے نہ وہ پلاں کو باہر کڈھ سکتی تھی نہ کندھی بند کر کے اپنے گھروالے تے لڑ  
سکتی تھی۔ چپ کر کے ھانڈی ریندھنے میں لگی رہی اور اندر ہی اندر بس گھولتی رہی۔

جد سلیمان کی روئی ختم ہوئی تو شبیرا گے بڑھ کے بولیا ”چل ابا شیر شیر کھیلنے“ مان نے زہر  
بھری انھیوں سے شبیر کو گھورا تو رضیہ آگے ہو کے بولی ”ابا مان کوں اس کے پیو کے گھر چھڈ  
آ۔ ایہہ ہم کو تیرے نال کھیلنے نہیں دیتی“ -

سلیمان نے اپنی دھمی کو ساتھ چھٹالیا اور پیار سے بولیا ”اس کی ستیا ہے جو اپنے کھیل میں  
دخل دے۔ مجال نہیں۔ بے فکر ہو کے کھیلو“ ”دے گی دخل ابادے گی“ شبیر نبوسی مار  
کر بولیا ”یہ اینوں ای ہر کام میں ہم کو پختگی رہتی ہے۔ کہتی ہے اپنے ابے کو شگ نہ کرا  
کرو۔ ہم تجھے شگ کرتے ہیں ابا؟“

”بالکل نہیں“ سلیمان تیقن کے ساتھ بولیا۔

”کہتی ہے ابا نما نا تھکا ہار اکھیت سے گھر آتا ہے اور تم اس کو لیر لیر کر دیتے ہو۔ ہم تم  
کوں لیر لیر کر دیتے ہیں ابا؟“

”کوئی بھی نہیں“ سلیمان ہنس کر بولا ”بالکل نہیں۔ ایویں ای تم کو ڈر آتی ہے۔ تم ڈرا  
نہ کرو“

”ہم کو مارتی بھی ہے ابا“ رضیہ نے مان کو دیکھ کے کیا۔

”مارتی ہے!“ سلیمان ہریان ہو کے بولا ”ایہہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیوں بھنی  
رسولان ٹھیک آکھتے ہیں میرے بچپنے؟“

رسولان جعل کے بولی ”بچپنے جانن اور ان کا ابا جانے۔ مجھے کوئی لوڑ نہیں وچکار آنے  
کی۔ لے کے ساری بوئی کھا گئے بمحکمے بلے! ان کے او جھنڑ تو بھرتے ہی نہیں“

سلیمان نے رسولان کی گل کا کوئی جواب نہ دیا اور بچوں کو نال لے کر تیر شیر کھیلنے دوسرے کوٹھے وچ چلا گیا۔

جد بھوکیں تے چاروں پنجے جما کے شیر نے ایک دھاڑ ماری تو دونوں شکاریوں میں بھاچڑ پڑ گئی اور وہ باہر نہ گئے۔ شیر نے ہاک مار کر کہا ”آؤ جی آؤ! شکاریوں نیڑے تو آؤ! حالی تو شیر نے جھپٹا مار کے دکھانا ہے۔ ابھی تے نٹھ گئے او“ شکاری دو جی باری اندر آئے تو شیر کے ہتھ میں وہی موٹی موتابر تھی۔ اس نے کس کے شیر کی بکھی میں ماری اور شیر دو ہرا ترا ہو کر لیٹ گیا۔ پسلے چینا، پھر زور زور سے ہٹنے لگا۔ رضیہ نے اگال و دھکے شیر کے سر پر زور کا دھپا مارا اور سلیمان کی گپڑی کھل کے اس کے گلے سے لویٹ گئی۔ دونوں خوشی سے تالیاں بجانے اور ٹپو سیاں مارنے لگے۔

شیر نے کہا ”حالی مریا نئیں مریا نئیں۔ اک ہور مار رضیہ۔ کس کے مار“

رضیہ آکھن گئی ”ہنے مری شیر ہنے مری۔ پانی پی کے مری“

اس کے ساتھ ہی دونوں نے ابے پر چڑھ کر شیر کو مارنا شروع کر دیا۔ شیر رونے کر لانے لگا تو دونوں کو اور چترائی چڑھ گئی۔ وچارے شیر کو مار مار کر ادھ مریا کر دیا۔

رسولان رو لاسن کر اندر آئی تو گرج کر بولی ”بے حیا۔ کیتو۔ خبردار جو اس کو ہتھ لایا مشوم کو۔ میں ہتھ کپ چھوڑ ساں۔ گل وڈھ دے ساں“۔

پچ دھل گئے تو شیر اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور کڑک کے بولیا ”اج تے پچھے ایناں کوں کش کیا پھیر میرے تے بر اور کوئی نئیں ہووے گا“

”ایہہ بھانویں جو چاہے کرن“

”ہاں۔ اے بھانویں جو چاہے کرن“

”اچھا ٹھیک اے“ رسولان نے پھر کے آکھیا۔ پھیر اگے ہو کے رضیہ کی بانہ پکڑ کے بولی ”تیرا ناس جائے، سندیے، باگھنے تو تو دفع ہوارے تے“

سلیمان نے پورا ہتھ اگے کر کے دونوں کی راہ روک دیئی۔ سیانپ کے ساتھ بھلسنائی کے انگ میں آکھن لگا ”جد گل اک باری ہو گئی۔ تیری سمجھ وچ آگئی پھیر

کھڑی کی بانہ پھر کے کچھن کافیدہ۔ چھڑ دے۔ مژاجا۔ جا کے اپنا کم کر اور ہم غرباں کو  
کھیل دے۔ ”

رسلاں بڑہ کر کے باہر نکل گئی۔ حور و چاری کر بھی کیا سکتی تھی!  
باہر آکے اس نے تحال کٹھرے دھوئے۔ حانڈیاں مانجیاں۔ چلہے آگے بھاری  
کری۔ پانی کا چھٹالایا۔ شور و انبھال کے ٹھنڈے پانی کے ملیے وچ رکھیا پھر انظاری کرن  
لگ گئی جبکہ جد کدوی شیراں بھیڑاں ساتھ بلوگڑیاں گدڑاں کا کھیل ختم ہو دے اور روئی  
برتا نے والی بنے۔ پراودھر کی توکوئی خبر ایسی نہیں تھی۔ پتہ ایسیں تھا کہ اندر کس نگر کے  
بھوت آئے بیٹھے ہیں، اندر ہو کی ریا اے۔

تحوزی دیر پچھل رسلاں پولے پولے قدم دھرتی کوٹھے اندر گئی پھر کھڑی کی کھڑی رہ  
گئی۔ دونوں شکاری اور شیر ایک دوسرے کے گلے میں بہاں ڈال کے گھوک سوئے پڑے  
تھے۔ منجی چھوٹی تھی۔ شیر کا سر اور پنجے سیر و اور پائستی سے باہر نکلے ہوئے تھے اور گزری  
بھوئیں تے کھلی پڑی تھی۔

باہر منارک گلڑی نے آنڈا دے کے سارا گھر سرتے اچالیا۔ رسلاں بجلی بن کے باہر  
نکلی۔ اپنا سالو پیڑھی تے سٹ کے گلڑی پچھے نہیں اور بولی ”نی مر جانیئے۔ چھری تھلے  
آنیئے۔ اک منٹ لئی سلیمان کی اکھ لگی اے تو نے رولا ڈال کے اسماں سرتے اچالیا۔ شر جا  
تیریاں بوٹیاں کر کے تیری جان کڈھاں۔ کتیاں اگے شاں“۔



(۱) ادھی رات جد کھداں کا گدھڑا رنگیا تد میرا  
 اک آکھتے پانی رستارہتا تھا جس میں پھولاتھا۔ دو  
 کم کاج سوکھالا کر لیتا تھا اور راضی تھا کہ اس کے سارے  
 دوپر کو اس نے اپنی جھوٹی رحمے کسائی کے ہاتھ پہنچا  
 میں آتھ دی تھی۔ گدھڑے کی آواز کے ساتھ ہی  
 پچھیا ”کی ہوئیاے؟“ میری نالی نے چیک مار کے  
 ہوئے۔ ”میرے ابے نے حقہ پرے کر کے سارے  
 نال بھوئیں تے تحک کے منجی تے سو گیا۔

(۲) میری ماں نے میرا ناں پھمن رکھیا۔ میری نالی  
 کے گھر جوڑا پڑایا۔ پھیر چوہدریاں کے گھر سلام کر  
 دیکھ کے آکھیا ”نی رہیاں تیرا دو ہتھا تو اپنی ماں سے  
 ”لبی منڈیاں کارنگ کس نے دیکھنا ہے۔ دعا  
 ”ہاں ہاں بھینا دعا ای دعا اے۔“ پھیر چوہدرانی  
 و پئے نقد دتے۔ پھیر کمن لگی ”جد پھمن چلن پا

## پھمن کہانی

ابھجی اندر حق پر ریا تھا۔ میرے ابے کی سری سے گھٹ نظر آتا تھا پھر بھی وہ سارا رے کام پورے ہو رئے ہیں۔ اس دن بچی تھی اور ساری رقم چوبدری کے قرضے بدل گیا تو میرے ابے نے ہاک مار کے آکھیا ”کاکا ہوئیا“ نور بخشنا و دھلائیاں انگلیاں کے پٹا کے کڈھے پھیر ارمان

لی نے بستی وچ پتا سے بانٹے۔ چوڑیاں رانے لے گئی۔ وڈھی چوبدرانی نے بُھے بھی زیادہ کالا ہے۔ ”میری نائل بولی کرو لئی عمر والا ہو وے۔“ چوبدرانی کیا نے میرے واسطے گوٹے کی ٹوپی ہو رینج بھرن لگ گیا تد میں تیرے پھمن کو اپنے

پوتے واسطے نوکر کھ لواں گی۔ فکرناہ کریں۔ ” میری نانی ہتھ بندھ کے بولی ” آپ دے ہوتے اسماں کو فکر کی بی بی۔ اللہ چنگ بھاگ ساوے۔ حکم بنے رہن۔ پھر اس حوالی کا بردابہے۔ غلام ہے۔ اس نے ہور کدھر جانا ہے۔ ”

(۳) جد میں اپنی ماں کے ساتھ رائھاں کے گھر گیا تو ایک بڑے سے منجھے پر ایک بڑا سما آدمی پڑا تھا۔ وہ آدمی نیٹھی تھا آدمی کی لوٹھ تھی۔ شریکاں نے اس کو کھاڑیوں سے کاٹ دیا تھا اور اس کی گردن آتا کر لوٹھ کے نیڑے رکھ دی تھی۔ رائھوں کے گھر والے اس کی گردن اور لوٹھ ایک ساتھ اٹھا کر گھر لے آئے اور دونوں کورومالی سے باندھ کر منجھے پر لٹا دیا۔ بستی کی سوانیاں سینے پر ہاتھ مار کر پلک پیا کر ریاں تھیں اور باہر لوگ جنازے کے واسطے گھوڑیوں پر آرہے تھے۔ میں اپنی ماں سے پچھایا ماں جنازہ کی ہوتا ہے تو اس نے کچھ کے میرے جیپیڑ ماری اور سیاپا کرن والی سوانیوں کے نال مل کے سیاپا کرنے لگ گئی۔

(۴) اک دن پتواری غلام علی نے مجھے اپنی کوٹھری میں بلا کر چھوٹے پھلیاں کھلائے اور میرے منہ پر ہاتھ پھیر کر پیار کر تارہا۔ پھیر کسن لگیا ” پھمناں تیں کو کپڑے میں جان ڈال کے دساؤ؟ ” میں چپ کھڑا ریا۔ بالکل نیٹھی بولیا۔ پتواری نے اپنیاں جانگھاں چوڑیاں کر کے آکھیا ” ارے ویکھ ”۔ میں ڈرتے ڈرتے دیکھیاں پتواری کی ڈلبی دار دھوتی اپچے اپچے بھوکے مارتی تھی۔ میں بہت ڈریا۔ پتواری ہسن لگ گیا۔ آکھن لگا ” نیولا ہے نیولا ”

(۵) چوہدریاں دی وڈھی کڑی نے مینوں بلا کے آکھیا ” پھمناں میرے کپڑے دھوان واسطے لے جا۔ اپنی ماں کو دیں کہ ہور دی کپڑے ہیسے اوہ میں کل بھیجاں گی۔ ایناں کو نیل نہ لائے سہو ہے ائی دھوئے۔ ” اس کڑی دے سریر وجہوں شریخنھ کے پھلاں جنی خوب آتی تھی۔ اس کو ماشر حشمت علی پڑھانے آتے تھے اور ماشر حشمت علی کی عینک کا

ایک شیشہ ترکا ہوا تھا۔ وہ پھر جو تی پہنچتے تھے اور بار بار اپنی دھوتی کستے رہتے تھے۔ میں نے ایک بار ان کی سوانی کو اندر کے بوئے نیچے نہاتے دیکھا تھا۔ وہ اپنے بالوں کو مندی لگاتی ہے اور مسوزھوں پر دنداسہ ملتی ہے۔

(۶) پرانے آدمی نے تینوں کھجوروں میں تین جن رہتے تھے۔ ایک کھجور پر اباد ہتا تھا۔ دوسرے پر اماں اور تیسرا میں ان کا بیٹا۔ جد تینوں جن آپس میں لڑتے تو کھجوروں تے بین کرن کی آواز ان لگ جاتیا تھیں۔ جنوں کا بیٹا کرپو چھاری کو چھٹ گیا تھا۔ کرپو کھتی تھی میں پکے تے بالکل موڑ نہیں کریا ایہ خواہ میرے ساتھ چڑ گیا اے۔ گوٹھ ودھان تے اک سیانا منگو کے کرپو کا جن نکالیا۔ میری ماں آکھتی تھی بڑیاں مشکلاں تے کرپو کی جان بچی اے۔ واگھرو بڑی کرپا کری اے۔ واگھرو کو میں نے کتنی مرتبہ چوہدریوں کی حوالی میں موڑھے پر بیٹھے دیکھا ہتا تھا۔ اس کی داڑھی دھولی تھی اور دور سے چمکارے مارتی تھی۔ پرواگھرو کسی سے بات نہیں کرتا تھا پچاپ موڑھے پر بیٹھا رہتا تھا۔

(۷) ہماری بستی سے دو میل پینڈے پر ریل گاڑی گزرتی تھی۔ گاڑی کی لین پر ہم پیسے رکھ کے اسے چوڑا کرتے تھے اور اسے موبلاں انھی کی دو کان پر اوھیانی کر کے چلاتے تھے۔ موبلاں انھی ہم کو سودا تو دے دیتی تھی پر شام کو میری ماں سے پیے لے کر میری اوھیاں اس کو واپس کر دیتی تھی۔ انھی کو پتہ ہوتا تھا کہ ہم اس کے ساتھ ٹھگی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

(۸) کدمی کدمی میرے اندر بڑی پیڑا اٹھتی تھی اور میرے سے چلنامشکل ہو جاتا تھا۔ نانی پینگ کی پھجنی بنائی کر مجھے چھلانی تھی تو میرے اندر سے ہینگ کی پھوسیاں لکلنے لگتی تھیں۔ لوگ نیڑے نہیں آنے دیتے تھے۔ درے درے کر کے بھگا دیتے تھے۔ سردار گور دیال سنگھے نے میرا ناں پھوسی کا پھجن رکھ دیا تھا۔ جد منڈے مجھے اسی نام سے بلا تے تو میں رو نے لگتا۔ وہ

ہورلاتے تھے میں کندھاں کے ساتھ نکلاں مارنے لگتا۔ میری ماں کو کوئی جاکے بتاتا کہ تیرا پھن کاندھاں سے نکلاں مار دیا اے تو وہ روتی ہوئی گھر سے نکلتی اور میری بانسہ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی۔ حکیم نے میری نالی کو آکھیا تھا تیرے دوستے کا جگر خراب ہے۔ قش رو پئے کی شربتی بننے کی اور دورو پئے کی پڑیاں۔ اس نے گھیوں تھنڈا نہیں کھانا۔ چھولیاں کی روٹی تے مولی کی چینی کھانی ہے۔ جد اک صمیونہ دوا کھان کے بعد وہ فیدہ نال ہو یا تد میرے ابے نے سوٹی کے ساتھ مجھے مارا اور میرے سارے پنڈے تے لاساں پڑ گیاں۔ اس دن چودہ ریاں نے میرے ابے کو چوکی بیج کے میرے ابے کی چھترول کرائی تھی۔ اس کے ناک منہ سے لو نکلا تھا تو حوالدار نے پوچھا تھا ”چودہ ری صاحب کے باقی کے تین سو کداں دے گا“ تو میرے ابے نے آکھیا تھا ”میرے گھر کوئی پیسہ نہیں نال ای کوئی ٹوم چھلا اے۔ جھوٹی ویج کے میں اوھے پیسے اتار چھڈے تھے باقی کے وی اتار دیاں گا میری جان بخشی کرا دیو۔“ حوالدار نے میرے ابے تے تین روپے لے کر دس دن کی معلانی دے دی تھی۔ میری نالی کو بہت گھٹ دستا تھا۔ شام کو وہ ٹوہ ٹوہ کے چلتی تھی اور جد گر پڑتی تو گانے لگتی تھی: اللہ ہسام دا مسافرے ولی + بند قردادر روازہ کھلے رحم دی گلی۔

(۹) سردار گور دیاں سنگھ کے کاکا جی کے پاس سیکل موڑ تھی۔ جدوں وہ سیکل موڑ گلی میں کھڑی کر کے اندر حولی جاتے۔ میں اور مھنڈی ننھے کے اس کے گول شیشے میں اپنی شکل دیکھن لگ جاتے۔ کاکا جی باہر نکل کے ہم کو ایسے زور کا ٹھہڑا مارتے کہ ہمارے سرینڈل اندر جا لگتے۔ پھر وہ دبکا مار کے کہتے ”پھوی کیا پھمناں جے کر میں نے پھیر تم کو اپنی سیکل موڑ کے نیڑے دیکھیا تو تم سبھمناں کو ایس پنڈ سے کڈھوا دیاں گا۔“ کاکا جی ہم سے دھول میں ست ست لکیریں نک سے نکلوایا کرتے تھے۔ مھنڈی تو قافت ست لکیراں کڈھ لیتا تھا پر میرے سے دیر ہو جاتی تھی۔ مجھے فکر رہتی تھی کہ اگر میں نے دھیان نہ رکھا تو پیچھے سے میری ہوا سر جائے گی اور کاکا جی دو ٹھہڑے اور ماریں گے۔

(۱۰) نالی کہتی تھی توں اپنے ابے کے سامنے ای نہ آیا کر۔ جس طرف اس کی اکھ میں پھولا ہے، ای پاسے ریا کر۔

(۱۱) کاکا جی کی چھوٹی بُن جد اس کے پیچھے سیکل موڑ پڑھتی تو اس کی ساری دیبہ ہلتی تھی پر اوپر کا حصہ زیادہ ہلتا تھا۔ پھولوں والی قمیں میں پھول انگڑ پھر ہون لگ جاتے تھے۔ میرا دل کرتا تھا اسے دیکھے جاؤں دیکھے جاؤ۔ جب تک وہ دستی رہتی تھی میں کھڑا رہتا تھا۔

(۱۲) جیونی فقیر نی کی جھگی سے بابے لوہار کا کتا باہر نکلا تو اس کے منہ میں جیونی کی آندر تھی۔ میں سمجھیا سنی کی رسی ہے۔ پر جب گھر آ کے میں نے اپنی ماں کو ایبہ گل سنائی تو اس آکھیاں بس بولیں ناں چپ کر کے رہیں۔ میں پھیر چپ کر کے ای ریا بالکل نہیں بولیا۔ اگلے دن لوکاں نے نکاں تے ڈھانے بنھ کے مری ہوئی جیونی کو جھگی تے کڈھیا۔ پھٹے پا کے آوے نیزے نویا کڈھ کے جیونی نوں دب دیا۔ میری نالی نے کیا حص جیونی بھوت بُن کے کھجور اس وچ رئے گی تے راہ جاندیاں کو ڈھیماں ماریا کرے گی۔ میں ساری رائٹ سوچتا ریا کہ کھجور اس کے جناں کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوئے گا تو پتہ نہیں اس کو تھاؤں دیں گے کہ نہیں۔

(۱۳) چوہڑوں کی بستی میں نیتی چوہڑی کا ویاہ تھا۔ انہوں نے اپنی جھگیوں کے باہر مشاہیں بال کے روشنائی کری تھی۔ رات کو ساری چوہڑیاں مل کے ناچتی تھیں اور بھنگڑاے ڈالنی تھیں۔ ان کے مرداروپی کے بکرے بلا تے تھے اور ڈانگ پکڑ کے اچی چھالیں مارتے تھے۔ بھرائی کرم دین نے زمین تپا کر ان کے لئے ایک بڑا ساروٹ پکایا تھا۔ دو بڑے کڑاہوں میں ایک کٹا وڈھ کے اس کی بوٹیاں پک رہی تھیں۔ میں نے نیزے جا کے دیکھا تو روٹ سے بڑی اچھی خشبو آ رہی تھی پر کڑاھے سے بڑی گندی بو آ رہی تھی۔ میں وباں سے ناٹھ کر

اپنے گھر آنے لگا تو کھیتو چوہڑے نے مجھے پکڑ لیا اور روٹ کا ایک ٹکڑا توڑ کر میرے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ میں ٹکڑا لے کر نسانسا اپنی بستی پہنچ گیا۔ گھر جانے سے پہلے میں وہ ٹکڑا کھایا تو بڑا مزرا آیا۔ اس میں گزر بھی تھا اور سونف بھی! کچاپکا آنا بہت میٹھا تھا پر ٹکڑا جلدی ختم ہو گیا۔ گھر آ کر جب میں نے اپنی ماں کو سارا قصہ سنایا تو اس نے پہلے میرے سر پر دھپامار کے مجھے گر لیاں کرائیں پھر آ کھن گئی ”کسی ہورتے گل نال کریں کہ میں ٹکڑا کھایا ہیگا۔ اپنے تک رکھیں۔ لوک تینوں اس گام تے کڈھ دیں گے۔“ میں بڑا ہریان ہو یا کہ روٹی کھان نال گاؤں تے کیوں نکال دیں گے!

(۱۴) سردار گور دیال سنگھ نے شر میں ایک کنجمری رکھی ہوئی تھی۔ یہ گل بہت مشور تھی اور مہارے لوگوں کو اس کا پتہ تھا پر میں نہیں جانتا تھا۔ مجھے نال تو کسی نے کنجمری دکھلائی تھی اور نہ ہی بتایا تھا۔ باہمے لمبار نے بھی ایک ڈبو کتار کھا ہوا تھا پر اس کا مجھے پتہ تھا۔ ہم سب نے وہ کتا دیکھا تھا۔ جب چڑیاں آ کر بیٹھتی تھیں تو سویا ہوا کتا بھوں بھوں کر کے ان کو پکڑنے کے واسطے ان کے پیچھے نہستا تھا۔ پتہ نہیں سردار جی کی کنجمری بھی چڑیاں پکڑن کو نہ سنتی تھی کہ نہیں۔ غہستی بھی ہو گئی تو بھوؤں بھوؤں نہیں کر سکتی ہو گئی۔ میں بھوؤں تو کر سکتا ہوں پر چڑی نہیں پکڑ سکتا۔ اک دن میں اپنی ماں سے کیا ”میں نے بھی سردار جی کی کنجمری دیکھنی ہے۔“ تو اس نے میرے منہ پر چھپیڑ ماری۔ میری ماں ایویں اسی چھپیڑاں مارتی رہتی تھی۔ اس کو اک دن سپاہی نے پکڑ لینا ہیگا۔

(۱۵) اک دن میں محننی سیکا ہو رک گئی عملی کے نال یہ کھان گئے۔ جد سیکا یہی تے چڑھ کے بیرون کوں بیارے دینا تو ہر مونے موئے یہ بھوؤں میں تے گران لگ گئے۔ میں اب یہ اچکے جدہ منہ پر گریا تے سیکا اپنی دھونی و پیوں نگاد سن لگ گیا۔ اوس نے اندر آکے اس کھن بن جب بھوؤں بھوؤں تھا۔ میں کپا ہو کے پھیسے یہ چکن لگ گیا۔ پھر تو میرہ انہاں تھا پھیسے اس نے

مجھے کس واسطے اندر بخہ کے رکھیا تھا نہ بیراں وچ منڈیاں وی تحیں نال کر کل وی تھی۔

(۱۶) میرا بابا میری ماں کوں آکھیا کرتا پتواری وڈی لیتا ہے اس کر کے اس پاس بڑا نانواں ہے۔ میں اپنی نالی تے پچھیا میرا بابا وڈی کیوں نیں لیتا۔ بابا وڈی لووے تے ہم بی امیر ہو سکدے تھے پر میری نالی کیا وڈی لینا غریب اس کے اختیار وچ نیں۔ وڈی وڈھے لوک ایسی لے سکدے ایس۔ میں کیا ”نالی پتواری کپڑے وچ جان وی پا سکدا اے۔ توں پا سکدی ہے۔“ نالی آکھن گلی ”پتوار خانے نال جایا کر او دھر بلانواں ہوتی ہیں اور چھوٹے منڈیاں کا ساہ پی جاتی ہیں۔“

(۱۷) اک دن میں سفناڑھاہی ایسیں امیر ہو گئے ایس تے ہمارے گھر پنج گھوڑے تے اک بگھی اے۔ میرا بابا چھمکاں نال لوکاں کوں مار ریا تھا تے لوک روئی جاتے تھے۔ بہت ساریاں تیڈیاں بتھ جوز کے کھڑیاں تحیں اور میرے ابے کے واسطے حلوہ پکا کے لیا یاں تحیں۔ بابا حلوہ کھائے تھوک ریا تھا تے گندی گالیاں گندھ ریا تھا۔ اک کڑی کہہ رئی تھی انشا اللہ پھمن کا ابارل جاتی۔ تباہ ہو جاسی تے مر جاسی۔ میرے ابے نے اس کڑی کوں اپنے نیزے بد کے بہت ماریا تے اوس دے سر پنج سور و پچھے چڑھا دتے۔ کڑی کے ابے نے ڈب ہوول کے ڈنڈ بھریا تے اپنی دھمی کوں نال لے کے چلا گیا۔ میری ماں بگھی وچ بیٹھی تھی تے بگھی کو بھرا نیاں کا طوطا چلا ریا تھا۔ میری نالی کوں میرے ابے نے مار کے اس دا مقبرہ بنایا پھیر دیا منگ کے رون لگ گیا۔ لوکاں سمجھایا کوئی گل نیں تیرا پھمن جیوندار ہووے۔ ایس سفنه وچ اک بگھی میرے نال نال چلدی تھی۔ اس کا نال مریاں تھا اور اس کی سوتیلی ماں نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ میں کیا فلنہ کر مریاں میں تیرے نال ویاہ کر لاس گا۔ مریاں بس کے بون ”پسے اپنیاں سنتاں تو کرا لے۔“ میں اندر جا کے دیکھیا میریاں سنتاں ہو چکیاں تھیں پر مریاں کوں پتہ نیں تھا۔ باہر آ کے میں مریاں کو دکھایا تے اس کو

یقین آیا۔ پھر آکھن لگی میں تمرا سیہنا اپنے بابے کوں انپڑا دیاں گی۔ اگر تو اوه من گیا تو تو تھیک ہے، نہ ملیا تو کہ دے گا ایمانے ہو کے ایمانیاں والیاں گلاں کریا کرو۔ بُریاں کے نال نہ بیٹھیا کرو۔ اک وجہ تے خلا کھلانے ملیا کرو۔ ہور اپنے بڑیاں کو پھند فریب وچ نہ پایا کرو۔

(۱۸) اک دن بالے نال افضل لڑ پڑیا۔ دونوں اپنے اپنے گھروں ڈانگاں کڈھ لیائے۔ اک دو بنجے تے وار کرن لگ پڑے۔ اچی اچی گلاں کڈھن نال بکرے بلان۔ افضل نے گھومنی ڈانگ چلانی جو اوبدھے ہتھے تے چھٹ گئی۔ میں سر نیوال کر لیا پر میرا اک دندشت گیا۔ میری ماں نے میرا بول پونچھیا تے میرے ابے نے سوئی لیا کے میری ڈاہدی مرمت کیتی۔ ہن توں لڑ دیاں گھردال نیڑے کیوں کھلوتا تھا۔

(۱۹) چوبدریاں کی ماڑی میں اک دھوت والا واجہ ہیگا جس تے کتا بیٹھا ہوئیا گاؤں سن رینا اے۔ جدبی بی جی تو والا کے گاؤں سندیاں کتا آ کے اوھنیاں کے پیراں وجہ بیٹھ جاندا اے۔ میں ڈھھاتونین پر بی کانے نے ساریاں کوں کھول کے آکھ نایا ہیگا۔ میرا لاما کھتا ہے ”اوے پھمناں کدی مورت والا کتا وی اپنی تھاں سے اٹھ سکتا ہے“۔ میرے مامے کی میرے نال اڑ پھس ہے۔ اس نے کدی وی میری گل کا ساتھ نہیں دیا۔ اوه میری ماں کے بنے روپنے لے کے نس گیا تھا، اج تک واپس نہیں کرے۔

(۲۰) کھافقیر ہمارے گھر کے پچھائیں اک جھلگی میں رہتا ہے۔ اس کیاں دوسوئیاں ہیں اور دو ہیں منگن کا پیشہ کر دیاں ہیں۔ کھافقیر کی گدھڑی کی پونچھل کیریاں نے کھا جھڈی تھی اب وہ ہر وقت ننگی رہتی ہے۔ منڈے اس پر چکڑ مل دیتے ہیں پھیر جب وہ موڑ کرتی ہے تو بڑا زور لگاتی ہے اور سراچا کر لیتی ہے۔ ہم سارے ہس کے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ نمبردار ہم کو ایسا کرنے سے ہٹکتا ہے ساتھ ہی گلاں وی نکالتا ہے۔ نمبردار کی داڑھی میں

وی اک پھوڑا ہے جس میں اک دن کیڑے پڑ جانے ہیں ۔

(۲۱) شاموں کمی کے کھیت اندر گئی تھی تو اس کو سپ لڑ گیا تھا۔ کرنیل نے گھوڑی بھیج کے کالی بستی تے ماندری منگوایا نال ای درگاہ تے منت منی۔ سداپند شاموں کے گھر اکٹھا ہو گیا۔ ماندری نے شاموں کا پیر کپڑ کے منہ لائے زہر چو سیا تے شاموں ہلن لگ گئی۔ سردار گور دیال سنگھ نے کرنیل کوں چخ روپے دے کے کڑاہ بنوایا کہ گرم گرم شاموں کوں کھوایاں اس کی سیوا کر۔ گاؤں کے سارے منڈے کڑیاں بڑی دیر تک کھڑے رہئے کہ سیوا اس طرح کری جاتی ہے پر کرنیل نے کوئی وی سیوانہ کری اپنیاں اکھاں پونچھتا رہا۔ ماندری نے پا تھیاں وچ چھری گرم کر کے شاموں کا زخم دا گیا تو شاموں چیکاں مارن لگ گئی۔ ہم سارے اپنے اپنے کوٹھیاں کی طرف نہس گئے۔

(۲۲) اک داری بستی وچ سوکھا پے گیا تے سارے لوک گریہ زاری کرنا لگ گئے۔ مولوی جی نے باہر بندے اکٹھے کر کے جب تے نماز پڑھائی تے مینہہ ور حسن کی دعا کری۔ لوک منہ سرو بیٹھ کے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ چوہدری جی نوں دوپر ویلے نیلے ابر وچ اک کالا بدل دیا۔ پرسوائے اوناں کے کالا بدل ہور کے کوں نہ ڈٹھیا۔ چوہدری جی آکھیا نماشان ویلے مینہہ ضرور ور سی۔ اللہ کے حکم نال پر مینہہ نہ بر سیا۔ ساری دھرتی سکل رہی۔ لوک رون ہار ہو کے اپنے اپنے گھر ان ماں سے بیٹھے گئے۔ چھوٹیاں کڑیاں سراں تے بوچھن لے کے بستی وچ جلوس کذھیا تے باہر جا کے اپنا گذی پٹولا ساز دتا۔ نال ای اچی اچی بین کرنا لگ گیاں! توں ورہ دے مینہاں کالیا۔ اسیں گذی پٹولا ساز دیا۔ جس کڑی کا گذی پٹولا ساز اتحاودہ پاولیائی کی دھی تھی اور اس کا بس اک ای گذی پٹولا تھا۔ اوہ روندی روندی انجو کیردی گر واپس آئی تے اس کی ماں نے آکھیا ”رونہ صغراں میں تیکوں نواں گذی پٹولا بنا دیاں گی پر صغراں کا رونا بند نہ ہویا۔ روتے روتے اس کوں تاپ چڑھ

گیا۔ ساری دیہہ کبنن لگ گئی۔

دولو پیکر نے منڈیاں کوں اکٹھے کر کے آکھیاں ”اگر تاں مینہہ بر سن کی ات لوز ہے پھیر میری گل منو تے میرے نال چلو۔ اوچیاں رکھاں تے کابر اس کے آندے لوڑتے ہیں۔ جے کوئی اک آنداؤی لوڑ لیا ما کام بن جاسی۔ ایسا مینہہ ورسی کہ گلیاں وچ لنگھنا مشکل ہو جاسی۔“ سارے مل کے کابر اس کے آندے لوڑن لگ گئے پر کابر بڑی سیانی قوم ہے، لکا چھپا کے آندے دیتے ہیں کسی کو پتہ ای نہیں ہوتا کہ اس رکھتے کابر کا آننا ہے۔ سابخاں ویلے ہم کوں شربنہ کے اک رکھتے کاگ کا آنامل گیا۔ پر تھا بالکل اتنی ٹیسی تے۔ ماچھیاں کا منڈا سرتے منڈا سابخھ کے اوپر چڑھ گیا۔ کابر اس رو لا پا دیا۔ چار چوفیرے رکھ کوں گھیر لیا نال ای بی ماچھی کوں نھونگاں مارن لگ گئے۔ اس بڑا حوصلہ کیتا، چڑھ دا گیا چڑھ دا گیا ھور آگے بڑھ کے آلنے کوں بجھ پالیا۔ کاگاں بی کیاں بو ٹیاں توڑن لگ گئے پر بی کوئی پرواہ نہ کیتی۔ دونویں آندے اچا کے اپنی جھگی کی جیب مانہ پائے تے اوس رو لے جھڑے، نھونگا ٹھانگی وچ تلے اتر آیا۔ ساریاں منڈیاں ترپاں مار مار کے بھنگڑے پائے تے بڑیاں خوشیاں کریاں۔ دولو پیکر نے آکھیا جھٹ کرو تے ہن ای واپس پنڈ بو ز چلو باقی کم کل سوریے ہووے گا۔

اگلے دہاڑ دولو پیکر نے منڈے اکٹھے کر کے آکھیا ”بئی کدھروں اک کافی گدھڑی لوڑو جو اوس دے متھے وچ ایہہ آندے مار کے بھناں گے ھور نال ای مینہہ ورسن کی دعا کرائی گے۔“

گراں وچ تن ای گدھڑیاں سیگیاں تھیں۔ اک بابے سلیمان کی، اک بانگی سما رکی اور تیجی کالو پنسال نویں کی پر تنوں ای سمجھیاں تھیں کافی کوئی بی نہیں تھی۔ دولو بولیا ”فلرن کرو۔ میرے کوں اک ترکیب ہے۔ پسلے گدھی کافی کرلاں گے پھیر اوہندے مستک وچ آندے مار کے بھن لیں گے۔ ایہہ کوئی مشکل نہیں۔ پسلے ایہہ بولو کہ سب تے ودھ بوڑی گدھڑی کس کی ہے؟“